اخلاقی اِصلاح کا قرآنی منہج، تفسیر مفاتیح الغیب کا خصوصی مطالعہ

Quranic Approach to Moral Reform; A Study of *Tafsir Mafatih Al-Ghaib*

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Sajjad Hussain (Ph.D Scholar, Islamic Theology, Islamia College Peshawar).
E-mail: phdicp@gmail.com
Dr.Abdul Hamid (Islamic Studies Dept. Bahria University Islamabad).
E-mail: chishti1960@yahoo.com

Abstract: Grounded on his Tafsīr Kabīr, this article discusses Imām al-Rāzī's understanding of moral thought and ethical reforms. Imam al-Razi has discussed the real meaning of ethics and thought, reformation of human ideology, treatment of spiritual diseases, impact upon process of human thought and its betterment as well as what is necessary and what is not in this regard. This article finds the practical solution and improvement in relation to human thought and action as highlighted in the tafsir. Like Imām al-Ghazālī, Jalāluddīn al-Rūmī, and Shāh Walīullah and others, Imām al-Rāzī has also incorporated moral values in his discourse, finding solutions for the educational, spiritual and moral problems which are responsible for the success in this World and the World Hereafter.

Keywords: Moral Rectification, Imāmal-Rāzī, Mafateeh al-Ghaib.

خلاصہ

امام رازیؒ نے اپنی تفسیر، تفسیرِ کبیر میں اسلامی تصوف وتربیت کے اُصولوں یعنی عقیدہ، ایمانیات، انسانی طبیعت ومزاج، اخلاقیات، مربی حضرات کی ذمہ داریاں، اخلاقی و فکری اصلاح کے وسائل و ذرائع اور مناہج و اسالیب کے ساتھ ساتھ لازمی آداب کو آیات قرآنیہ کی تفاسیر میں سمو دیا۔ ہم نے اس مقالہ میں امام رازیؒ کی تفسیر کبیر سے ان اُمور کا مطالعہ کیا ہے جن کا تعلق افکار و اخلاق اور ان کی اصلاح سے ہے۔ ان میں افکار و اخلاق کی تعریف اور اُصول و مبادی، مداخل شیطان، نفوس بشریہ اور ان کے مراتب، زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔

کلیدی کلمات: اخلاقی اصلاح، امام رازی، مفاتیح الغیب ۔

مقدمہ

امام رازیؒ کا شمار چھٹی صدی ہجری کے ان جلیل القدر علماء میں ہوتا ہے جو نہ صرف فلسفہ و کلام کی سمجھ بوجھ رکھتے تھے بلکہ بیک وقت لغت، تفسیر و حدیث، فقہ اور سائنسی علوم کے ساتھ ساتھ علوم تربیت و اخلاق میں بھی دسترس رکھتے تھے۔ آپ نے اپنی تفسیر مفاتیح الغیب میں آیات قرآنیہ کی تفاسیر میں اسلامی تصوف و تربیت کے اُصولوں کو سمو دیا ہے۔ ان کے مطابق قرآنی تعلیمات کا بنیادی مقصد بنی نوع انسان کو اعلیٰ اخلاقی قدروں سے مزین و آراستہ کرنا ہے۔ بعثت نبوی کے مقاصد میں تعلیم کتاب کے ساتھ دوسرا اہم مقصد تزکیہ نفس اور اخلاقی و فکری تربیت و اصلاح مقرر کیا جس کی طرف رسول اکرم ﷺ نے ساری زندگی بھرپُور توجہ دی اور صحابہ کرام کی جماعت کے لئے تزکیۂ نفس، صفائے قلب اور اخلاقی تربیت میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ تفاسیر قرآن میں اخلاقی تربیت اور فکری اصلاح پر مبنی تفسیری روایات و آراء اور قرآنی تعلیمات کا ضخیم مواد موجود ہے۔ ہم نے اس مقالہ میں امام رازیؒ کی تفسیر کبیر سے اخلاق کی تعریف اور اُصول و مبادی، مداخل شیطان، نفوس بشریہ اور ان کے مراتب جیسے موضوعات کا مطالعہ کیا ہے اور اسے درج ذیل عناوین کے تحت قارئین کے استفادہ کے لئے پیش کیا ہے۔

1۔اخلاق کی اہمیت

اخلاقیات وہ علم ہے جس کے بغیر افراد سازی اور بنائے شخصیت ممکن ہی نہیں۔ کردار، افعال، طرز حیات، تہذیب و اقدار ہر ایک کی بہار پختہ افکار اور عمدہ اخلاق میں ہی پنہاں ہے۔ انسانی اخلاق کی بنیاد افکار پر ہے لہٰذا علم اخلاق کو سمجھنا اور اس کی بنیاد پر کردار سازی کے لئے اس کی مبادیات اور اصول و ضوابط کو سمجھنا ضروری ہے۔ امام رازی نے مختلف قرآنی آیات کی تفسیر کے ضمن میں ان تمام اُمور کا تذکرہ کیا ہے جو اخلاقیات و افکار کی اصل ہیں جن سے مثبت و منفی سوچ کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ افراد و اقوام کی تعمیر اصلاح اخلاق کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ معاشرے کی اصلاح فرد کی اصلاح سے شروع ہوتی ہے اور فرد کی اصلاح افکار کی اصلاح سے۔ امت کی عظمت کا راز پاکیزہ اخلاق اور فکر رسا میں پنہاں ہے۔ امت مسلمہ کے اولیں گروہ انہی بنیادوں پر کامیاب ہوئے اور زمانے پر حکمرانی کے اہل ٹھہرے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ انتہائی جہالت میں گھرے معاشرے کو بلند فکر اور ہمت و حوصلہ کا عروج کیسے میسر آیا تو اس کا جواب واضح ہے کہ انہوں نے اپنا رشتہ قرآن حکیم سے مضبوط جوڑ لیا اور صاحب قرآن ﷺ کے حکمت و دانائی بھرے دامن سے وابسطہ ہو گئے۔ جب تک انسان اس دنیا کی شہوات سے دامن نہیں چھوڑتا جس کی حیثیت اللہ کے ہاں مکھی کے پَر کے برابر بھی نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ انسان کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی اصلاح کی فکر نہ کرے۔ آج کا انسان قدیم جہالت سے نکل کر جہالت کی جدید ترین وادیوں میں بھٹک گیا۔

تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود بھی اخلاق سے عاری و تہی دامن ہے۔جب انسان اپنی فکری و اخلاقی اصلاح تعلیمات الٰہیہ کے مطابق نہ کرے اور غفلت و جہالت کا دامن نہ چھوڑے تو وہ دستورِ ایزدی کے مطابق چوپائیوں اور جانوروں سے بھی بدتر اور گمراہ شمار کیا جاتا ہے۔

2۔اخلاق و افکار کی حقیقت و تعریف

اخلاق کی تعریف میں امام رازی رقم طراز ہیں: الْخُلُقُ مَلَكَةٌ نَفْسَانِيَّةٌ يَسْهُلُ عَلَى الْمُتَّصِفِ بِهَا الْإِتْيَانُ بِالْأَفْعَالِ الْجَمِيلَةِ[1] یعنی: "خُلق وہ نفسانی ملکہ ہے جس کے ذریعے انسان کے لئے افعال جمیلہ کا بجالانا آسان ہو جاتا ہے۔" یاد رہے کہ افعال جمیلہ کا سرانجام دینا اور چیز ہے اور اُنہیں آسانی کا سہولت سے انجام دینا اور چیز ہے۔ جس حالت میں یہ کام بآسانی ہوں اس کو خُلق کہتے ہیں اس میں حسن خلق داخل ہیں اور شُح، بخل، غصہ، معاملات میں سختی سے بچنا اور قول و فعل میں لوگوں سے محبت کرنا، اسی طرح خرید و فروخت وغیرہ میں قطع تعلّق اور سستی سے بچنا اور لازمی حقوق کی ادائیگی شامل ہیں۔

یہاں اخلاق کے ساتھ ساتھ فکر کی تعریف و حقیقت سے آگاہ ہونا بھی لازم ہے۔ چنانچہ امام رازی افکار کی حقیقت کو آشکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "خیالات و افکار دراصل خواطر کا نام ہے یہ خواطر ارادوں کا روپ دھارتے ہیں اور ارادے اعضاء کے لئے محرکات ہیں۔ پھر ان محرکِ خواطر کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو شر کی دعوت دیتے ہیں اور عاقبت کو نقصان پہنچاتے ہیں اور دوسرے جو کہ عاقبت میں نفع کی طرف بلاتے ہیں، یہ دونوں مختلف خیالات ہیں اچھے خیال کو الہام کہتے ہیں اور مذموم خیال کو وسوسہ۔"[2]

اللہ تعالی نے انسان کو جن دو راستوں یعنی خیر اور شر سے آگاہ فرمایا ہے؛ خیال و فکر انہی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ انسانوں میں بعض ایسے جن کے ہاتھ میں اللہ تعالی نے بس خیر کی کنجیاں رکھ دیں وہ ہر طرف بھلائی کے دروازے کھولتے جاتے ہیں اور کچھ بدبختوں کے ہاتھ شر اور فساد کی کنجیاں آئی ہیں اُن سے شر کے علاوہ کچھ توقع نہیں کی جاسکتی، اُن کے ہاتھوں ہر طرف شر اور فساد کے ابواب ہی کھلتے جاتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کی آمد سے پہلے عربوں کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ تھی سارا معاشرہ ایمان وعقیدہ سے لے کر معاشرت و معاملات کی ہر جہت میں گراوٹ کی آخری حدوں کو چھو رہا تھا، امام رازی اس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ: "آپ کے آنے سے پہلے عربوں کا دین تمام ادیان سے کمتر تھا یعنی بت پرستی؛ اور اُن کے اخلاق رذیل ترین اخلاق تھے یعنی غارت گری، چوری و مال ہتھیانا، ظلم و ستم، قتل اور گھٹیا کھانے کھانا،

پھر جب اللہ نے سیدنا محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تو گھٹیا ترین درجے سے اُٹھا کر اللہ نے افضل ترین امت بنا دیا اور علم و زہد اور عبادت میں ان کو بلند کر دیا اور دنیا سے اُن کا دھیان ہٹا دیا بلا شبہ یہ بہت بڑا احسان ہے۔"[3]

اس سے معلوم ہوا کہ اعمال سے ہی در اصل اخلاق کے معیار کو جانچا جا سکتا ہے محض زبان کی شیرینی و مٹھاس کو اچھے اخلاق سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ جو انسان صحیح ایمان و عقیدہ کا حامل ہو گا ہو وہی اخلاقی تقاضوں کو بھی پورا کرنے کا متحمل ہو گا۔ پھر اللہ کو اس قوم پر رحم آیا اور اپنا رسول ان میں مبعوث فرمایا جس نے تعلیم و تزکیہ کے ذریعے اس قوم کو اخلاقتنزلی کی دلدل سے نکال باہر کیا۔ چنانچہ آیہ کریمہ: يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (2:62) کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں کہ: "انسان کا کمال دو چیزوں میں ہے، ایک یہ کہ انسان اپنی ذات کا حق پہچانے اور دوسرا یہ کہ عمل کے لئے بھلائی اور خیر کو پہچانے۔"[4] دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیں کہ نفس انسانی کی دو قوتیں ہیں: 1) قوت نظری اور 2) قوت عملی؛ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ان دونوں امور کی تکمیل کے لئے نازل فرمائی ہے۔

3۔اخلاقی قدریں اور نفوس بشریہ

اخلاقی قدروں کا تعلق نفوس بشریہ سے ہے جس قدر نفوس بشریہ متعدد ہیں اُسی قدر اخلاقی قدریں بھی متعدد ہیں۔ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ عملی اعتبار سے بھی نفوس بشریہ تین قسم کے ہیں: "علوم کثیرہ اور اخلاق فاضلہ سے متصف نفوس، علوم اور اخلاق سے عاری نفوس، رذیل اخلاق اور جہالت سے متصف نفوس جس کی نمائندگی دنیوی مادیت کی محبت کرتی ہے۔اس سے ہمیں نہ صرف مراتب نفوس سمجھنے میں مدد ملی بلکہ امام رازی کی اس فکر کا بھی پتہ چلا کہ علم کا اخلاق کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے اگر علم ہو گا تو اخلاق سنوریں گے اور جب علم نہیں ہو گا تو اخلاق سنورنے کا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔"[5] فکر و اخلاق کی پاکیزگی اور بننے سنورنے میں روح انسانی کا گہرا عمل دخل ہے جس قدر روح پاکیزہ ہو گی عمدہ اخلاق اور پاکیزہ افکار کا صدور اتنا ہی آسان ہو گا اور اگر روح آلودہ و پراگندہ ہو گی تو فکر و اخلاق بھی تعفن زدہ ہی ہوں گے۔ امام رازی کے نزدیک بھی روح حصول علم میں گہرا کردار ادا کرتی ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ: "روحوں میں کچھ طاہر و پاکیزہ اور کچھ غلیظ و آلودہ ارواح ہوتی ہیں پاکیزہ روح علوم و معارف اور عمدہ اخلاق کو جلدی قبول کرنے اور ان سے متزین ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے جبکہ غلیظ و آلودہ روح معرفت و عمدہ اخلاق کے لائق نہیں ہوتی یا اس کی قبولیت میں بنجر و بیابان زمین کی طرح سست ہوتی ہے۔ استاد کا کام کیونکہ روحوں اور نفوس کو سنوارنا ہے لہٰذا اس کو یہ امر پیش نظر رکھنا چاہیے کہ پاکیزہ نفوس کو بدلنا آسان اور اُن کی اصلاح ممکن ہے جبکہ غلیظ و آلودہ نفوس اپنی حالت بدلنے کے لئے تیار نہیں

ہوتیں جس وجہ سے انہیں سنوار نا مشکل اور گاہے ناممکن ہوتا ہے۔"[6] یعنی مربی اور استاذ اگر خود عارف ہوں گے تو وہ زانوئے تلمذ تہہ کرنے والے متلاشیان علم کے نفوس کو بھی جانچ پرکھ لیتے ہیں اور اُن ارواح پر زیادہ محنت کرتے ہیں جن کو قابل اور اہل سمجھتے ہیں۔

4۔ فکری اصلاح اور نفوس بشریہ

جس طرح تعلیم وتربیت میں نفوس کے مراتب ہیں اس طرح عملی اعتبار سے بھی نفوس بشریہ متعدد اقسام پر ہیں چنانچہ امام رازی لکھتے ہیں کہ عملی اعتبار سے بھی نفوس بشریہ تین قسم کے ہیں: "علوم کثیرہ اور اخلاق فاضلہ سے متصف نفوس، علوم اور اخلاق سے عاری نفوس، رذیل اخلاق اور جہالت سے متصف نفوس جس کی نمائندگی دنیوی مادیت کی محبت کرتی ہے۔"[7] اس سے ہمیں نہ صرف مراتب نفوس سمجھنے میں مدد ملتی ہے بلکہ امام رازی کی اس فکر سے یہ امر بھی واضح ہوا کہ علم کا اخلاق کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے اگر علم ہوگا تو اخلاق سنوریں گے اور جب علم نہیں ہوگا تو اخلاق سنورنے کا سوچا بھی نہیں جاسکتا۔ تو جو لوگ ظاہری علم کے حصول کے بغیر ہی طریقت ور ہنمائی کا دعوی رکھتے ہوں یقینا وہ راہ راست پر نہیں ، ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا وقت کا ضیاع ہے بلکہ بعض اوقات کھلی گمراہی کا موجب بنتا ہے۔

5۔ اخلاق قبیحہ کی بنیادیں اور ان سے پیدا ہونے والے نتائج وعلاج

سورہ فاتحہ قرآن حکیم کی پہلی سورت ہے علمائے اسلام نے اسے پورے قرآن کریم کا خلاصہ بھی قرار دیا ہے امام رازی نے جس خوبصورت پیرائے میں اس کی تعلیمات سے اصلاح افکار کے نتائج اخذ کیے ہیں یہ فقط اُنہی کا خاصہ ہے۔ ذیل میں ہم مختصر انداز میں سورہ فاتحہ کی ان تعلیمات کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں: "یاد رکھیے قبیح اخلاق کی بنیادیں تین ہیں اور ان سے پیدا ہونے والے نتائج مذکورہ سات ہیں پس اللہ تعالیٰ نے اِن سات آفات کے خاتمے کے لئے سورہ فاتحہ نازل فرمائی جس کی سات آیتیں ہیں۔ اور سورہ فاتحہ کی بھی اصل تسمیہ ہے۔اِس میں تین اسماء ہیں جو کہ تین اصلی اخلاق فاسدہ کے مقابلے میں ہیں۔ پس اسماء کے تین بنیادی اُصول ان تین اصلی اخلاق کے مقابلے میں مذکور ہوئے۔ اور سورہ کی سات آیات، ان سات فاسد اخلاق کے مقابلے میں ہیں۔ پھر قرآن کریم اس سورہ فاتحہ کے نتیجہ کے طور پر ہے اور تمام مذموم اخلاق ان سات اصولو ں کے ہی شعبہ جات ہیں۔ تو یقیناً تمام اخلاق ذمیمہ کا علاج سارے قرآن میں ہے۔"[8]

پھر ان کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ: "جس نے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کہا تو اس نے اللہ کا شکر ادا کیا، جو حصول مقصد کے لئے کافی ہے جس سے اس کی شہوت ختم ہو جاتی ہے، اور جو یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات رب العالمین ہے

تو جو چیز اس کے پاس نہیں ہوتی اُس کی حرص ختم ہو جاتی ہے اور جو اس کو حاصل ہو اس میں بخل نہیں کرتا اور اس سے شہوت اور اس کی لذات دور ہو جاتی ہیں اور جو یہ جان لے کہ وہ مالك يوم الدين ہونے کے بعد رحمٰن اور رحیم ہے اس کا غصہ ختم ہو جاتا ہے اور جو "إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ" کہتا ہے کبر اور عُجب ختم ہو جاتا ہے۔ اور اس کے نتیجہ کے طور پر غصہ ختم ہو جاتا ہے اور جب "اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" کہتا ہے اس سے ہوس کا شیطان دور ہو جاتا ہے۔ اور جب کہتا ہے "صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" اس سے کفر اور شبہات ختم ہو جاتے ہیں اور جب غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کہتا ہے اس سے بدعت دور ہو جاتی ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ یہ سات آیات اِن سات قبیح اخلاق کے لئے دافع ہیں۔"[9]

قرآن حکیم سرچشمہ علم و عرفان ہے اسی سے تمام اعلی اخلاق کی بنیاد پڑتی ہے چنانچہ امام رازی آیہ کریمہ "يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا" (151:2) کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ: "قرآن کریم کی تلاوت سے تمام علوم حاصل ہوتے ہیں، اور اس کی تلاوت سے تمام اچھے اخلاق حاصل ہوتے ہیں۔ گویا کہ اس کی تلاوت سے دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں حاصل ہوتی ہیں۔"[10] جس طرح علم کے بغیر اخلاق عالیہ کا حصول ناممکن ہے اسی طرح عمل کے لئے بھی اخلاق عالیہ کا ہونا ضروری ہے۔ وہ اعمال جن کی بنیاد اعلی اخلاقی قدروں پر نہ ہو گی وہ قبولیت کی منازل بھی طے نہیں کر سکیں گے اور نہ ہی ان میں وہ بہار ہو گی جو دیگر افراد معاشرہ میں اثر انگیزی کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ قوت عملیہ کے لئے اخلاق حمیدہ کو لازم قرار دیتے ہوئے امام رازی لکھتے ہیں:

" قوت عملیہ ہے اور اس کی سعادت اس میں پنہاں ہے کہ وہ عمدہ اخلاق سے مزین ہو جو کامل افعال کے صدور کی بنیاد بنتے ہیں۔ اور ان سعادتوں کی سردار اطاعت و خدمت الٰہی کی قوت ہے۔" کیونکہ اعمال و افکار کے سوتے دل و دماغ سے پھوٹتے ہیں لہٰذا ان کی اصلاح سے ہی اعمال کا درست صدور ہو گا۔ امام رازی نے اس امر کو اس انداز میں واضح کیا ہے: "اور یاد رہے کہ اچھائی، برائی اور علم و جہالت کا مقام دل ہے۔ اور فکر و وہم اور خیالات کا مرکز سر ہے۔"[11] مرکز سے جو احکامات صادر ہوں گے تمام ذیلی شاخوں یعنی اعضاء و حواس انسانی انہی کو بجالائیں گے۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ اپنے دل کی پاکیزگی کا اہتمام کرے، فکر کی طہارت کا التزام کرے تاکہ وہ اچھے لوگوں کی جماعت میں شامل ہو سکے اور اخلاقی اعتبار ترقی کر سکے۔

6۔ قرآن حکیم کے اصلاحی اوصاف

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو چار صفات سے متصف کیا ہے، اللہ کی طرف سے موعظہ، سینوں کے لئے شفاء، ھدی،

مومنوں کے لئے رحمت۔ ان میں سے ہر صفت کا مخصوص فائدہ ہے۔ ارواح جسموں سے جڑی ہوئی ہیں اور یہ تعلق طبعی عشق کی وجہ سے ہے۔ جو روح کے لئے جسم پر واجب ہے۔ پھر روح کا جوہر حواس خمسہ کے ذریعے اس عالم جسمانی کی لذات اور اچھائیوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ اور اسی کا عادی ہو جاتا ہے۔ اور یہ بات بھی معلوم شدہ ہے کہ عقل کا نور آخری درجہ میں حاصل ہوتا ہے۔ جیسے جیسے حسی تعلقات اور جسمانی حوادث مضبوط ہوتے ہیں تو یہ استغراق جوہر روح کے لئے باطل عقائد اور مذموم اخلاق کا سبب بنتا ہے۔ یہ احوال روح کے شدید قسم کے امراض کا روپ دھار لیتے ہیں۔ تو ایسے میں ماہر طبیب کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ جس کو سخت قسم کا مرض لاحق ہو اور اسے ماہر معالج میسر نہ ہو جو اس کا صحیح علاج کرے تو لامحالہ طور پر وہ مر جائے گا۔ اور اگر ماہر معالج مقرر آئے تو یہ بدن قابل علاج ہے اور بیماری بھی زائل ہو سکتی ہے۔ اور سیدنا محمد ﷺ طبیب حاذق کی طرح ہیں۔ اور یہ قرآن اُن ادویات کا مجموعہ ہے جن سے بیمار دلوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ [12]

7۔ امراض کے لحاظ سے ارواح و نفوس بشریہ کے مراتب اور اُن کا علاج

ایک ماہر طبیب کے لئے ضروری ہے کہ مرض، اس کے اسباب اور مراتب کو پہچانے تاکہ علاج کے بھی درجات مقرر کر سکے۔ لہٰذا امام رازی لکھتے ہیں: پھر جب طبیب مریض تک پہنچتا ہے تو اُس کے چار مراتب ہیں لیکن ان میں سے تین کا ذکر کیا اور وہ تین حسب ذیل ہیں:

پہلا مرتبہ: کہ وہ اسے اُس کی طبیعت کے نامناسب چیزوں سے روکے اور اُن چیزوں سے پرہیز کا حکم دے جن کی وجہ سے وہ اس مرض میں مبتلا ہوا اور موعظہ کا مطلب بھی یہی ہے کہ جو چیز اللہ کی رضا سے دور کرتی ہو اُس سے ڈانٹنا اور ہر اُس بات سے منع کرنا جو دل کو اللہ کے سوا کسی اور چیز میں مشغول کرے۔

دوسرا مرتبہ: شفاء، وہ اس طرح کہ وہ ایسی دوائیں پلائے جو اُس کے اندر سے مرض کا سبب بننے والے فاسد مادوں کو ختم کر دیں۔ انبیاء کرام کا کردار بھی ایسا ہی ہے کہ جب وہ مخلوق کو ممنوع کاموں سے روکتے ہیں جس سے اُن کے ظاہر بھی نامناسب کاموں سے پاک ہو جاتے ہیں۔ ایسے میں وہ انہیں باطن کی طہارت کا حکم دیتے ہیں۔ اور یہ مذموم اخلاق کو ختم کرنے میں بھرپور کوشش اور اچھے اخلاق کو اختیار کرنے سے ہی ممکن ہے۔ اِس کی ابتداء اُن امور سے ہوتی ہے جو اللہ تعالی کے اس فرمان میں موجود ہیں: إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ(16:90) کیونکہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ عقائد فاسدہ اور مذموم اخلاق امراض کی طرح ہیں جب یہ زائل ہو جائیں تو دل کو شفا حاصل ہو جاتی ہے اور جوہر روح اُن تمام نقوش سے پاک

صاف ہو جاتی ہے جو عالم ملکوت کے مطالعہ سے مانع ہوں۔

تیسرا مرتبہ: ہدایت کا حصول اور یہ دوسرے مرتبہ کے بعد ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جوہرِ روح قدسی جلووں اور انوار الہیہ کے قابل ہے اور فیض رحمت عام ہے اور غیر منقطع ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: إِنَّ لِرَبِّكُمْ فِي أَيَّامِ دَهْرِكُمْ نَفَحَاتٍ أَلَا فَتَعَرَّضُوا لَهَا[13]

جیسا کہ ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ عقیدہ ہی تمام اعمال کی بنیاد ہے اگر کوئی شخص خالق حقیقی کی منشاء کے عین مطابق ایمان و عقیدہ نہیں رکھتا وہ لاکھ اچھے اعمال کرے اول تو اللہ کے ہاں اُن کی کوئی اہمیت نہیں، اور نہ ہی اُن کو نامہ اعمال میں شمار کیا جائے گا اور نہ ہی بروز قیامت ان کو میزان میں تولا جائے گا اور نہ اُن پر کوئی اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔ لہٰذا ان بے بنیاد اعمال کو اخلاقیات میں بھی شمار نہیں کیا جائے گا۔ امام رازی اس بارے میں اپنی رائے یوں دیتے ہیں کہ: "روحانی تجلیات کا حاصل نہ ہونے کا سبب عقائد فاسدہ اور اخلاق مذمومہ ہیں جن کی طبیعت ظلمت ہے اور ظلمت کے ہوتے ہوئے نور کا حصول ناممکن ہے۔ جب یہ ظلمت دور ہوتی ہے رکاوٹ ختم ہو جاتی ہے ، لہٰذا لازماً جوہر نفس قدسی پر عالم قدس کی تجلیات پڑیں اور اس تجلی کا ہدایت کے سوا کچھ معنی نہیں۔ پس اس حالت میں یہ نفس اس قابل ہو جاتا ہے کہ اس پر ملکوت کا نقش چھپ جائے اور قدس کی تجلیات حاصل ہو جائیں۔"[14]

انسانی طبیعت و فطرت میں نور کا جو عنصر رکھا گیا ہے اور اسے زندگی کا تاج پہنا کر ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ اس عنصر کو چمکانے میں ہر لمحہ مصروف عمل رہے اور اس کے نور کو اتنا روشن کرے کہ دوسرے بھی اس سے مستفید ہو سکیں۔ اور یہ سب درست عقیدہ کی بنیاد پر ہی ممکن ہو گا۔

8۔ افکار و اخلاق پر اصلاح و فساد کا غلبہ

انسانی فطرت میں یہ بات رکھ دی گئی ہے کہ اس کا رجحان یا نیکی کی طرف ہو گا یا برائی کی طرف، کیونکہ اللہ رب العزت نے انسان کے لئے دونوں رستے واضح کر دیے ہیں۔ امام رازی آیہ کریمہ يَوۡمَ نَدۡعُواْ كُلَّ أُنَاسِۭ بِإِمَامِهِمۡ (71:17) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "کہ عمدہ اور گھٹیا و فاسد اخلاق کی کئی قسمیں ہیں، اور ہر انسان پر اُن میں سے کسی ایک قسم کا غلبہ ہوتا ہے کسی پر غصہ غالب ہوتا ہے، پیسے کی لالچ غالب ہوتی ہے، یا پیسہ ضائع کرنے کی، کسی پر کینہ و حسد غالب ہوتے ہیں۔ اور عمدہ اخلاق میں سے کسی پر عفت و شجاعت غالب ہوتی ہے، کسی پر سخاوت یا علم کی طلب اور زہد غالب ہوتے ہیں۔ پس افعال ظاہریہ کی طرف ان اخلاق میں سے بلانے والا باطن کا خُلق ہی ہے جس کو امام کی اور بادشاہ کی حیثیت حاصل ہے قیامت کے دن ثواب و عقاب بھی انہی اخلاق سے پیدا سے ہونے والے افعال کی بنیاد پر ہو گا۔"[15]

یاد رہے کہ ارواح بشر یہ عقائد باطلہ اور اخلاق فاسدہ کی وجہ سے مریض ہیں۔ اور قرآن حکیم دو قسموں پر ہے، کچھ حصہ گمراہوں کے شبہات اور باطل پرستوں کے توہمات سے خلاصی عطا کرتا ہے اور وہ شفاء ہے۔ اور کچھ حصہ علوم عالیہ اور اخلاق فاضلہ کے حصول کی کیفیت کی تعلیم فراہم کرتا ہے۔ جن کی بنیاد پر انسان اپنے رب کا قرب حاصل کرتا ہے اور مقرب فرشتوں کے گروہ میں شمولیت کا سبب بنتا ہے اس حصے کو رحمت کہا جاتا ہے، اور مرض کا ازالہ صحت کی تکمیل پر مقدم ہے۔ لہٰذا اللہ رب العزت نے شفا کو پہلے اور رحمت کو بعد میں ذکر کیا۔
اب یہ جاننا کہ قرآن کریم باطل پرستوں کے لئے اخلاقی اصلاح کا سبب کیوں نہیں بنتا بلکہ ان کے لئے مزید گمراہی اور خسارے کا سبب بنتا ہے تو اس ضمن میں امام رازی رقمطراز ہیں:

"تو جب اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لئے قرآن کریم کا شفاء اور رحمت ہونا بیان کیا تو ظالموں کے حق میں اس کے خسارہ اور ضلالت کا سبب ہونا بھی بیان کر دیا۔ اور وہ مشرک لوگ ہیں۔ یہ درحقیقت اس وجہ سے ہے کہ قرآن کی سماعت ان کے غیظ و غضب، کینہ و حسد کو بڑھاتی ہے اور یہ مذموم اخلاق اُن کو باطل اعمال کی طرف بلاتے ہیں اور اُن کے نفوس میں فاسد اخلاق کو مضبوط کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان جاہلوں گمراہوں کے گمراہی میں مبتلا ہونے اور ذلت کے اصلی سبب کو ذکر کیا؛ وہ ہے ان کی دنیا سے محبت اور مال و جاہ میں رغبت اور ان کا یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ سب کچھ اُن کی محنت کی وجہ سے ہے۔"[16]

9۔ مداخل شیطان اور اصلاح اخلاق

اخلاقی بیماری کے علاج کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ شیطان کن اطراف و اکناف سے انسانی شخصیت پر حملہ آور ہوتا ہے۔ کیونکہ جب انسان دشمن کے وار کرنے کی چالوں سے واقف ہو جاتا ہے تو اس کے حملوں سے بھی بچ سکتا ہے چنانچہ امام رازی مداخل شیطان سے متعلق لکھتے ہیں لکھتے ہیں: "مداخل شیطان جن سے شیطان داخل ہوتا ہے تین ہیں۔ شہوت، غضب، ہوس۔ شہوت حیوانیت ہے، غضب درندگی ہے، اور ہوس شیطانیت ہے۔ لہٰذا شہوت آفت ہے لیکن غضب اس سے بھی بڑی آفت ہے۔ اور غضب بھی آفت ہے لیکن ہوس اُس سے بھی بڑی آفت ہے۔" لہٰذا فرمان باری تعالیٰ: إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ (45:29) میں فحشاء سے مراد شہوت کے اثرات ہیں، منکر سے مراد آثار غضب ہیں اور بغی سے مراد ہوس کے اثرات ہیں۔ شہوت سے انسان اپنے اوپر ظلم کرنے والا ہو جاتا ہے، غضب سے دوسروں پر ظلم کرنے والا بن جاتا ہے اور ہوس سے اُس کا ظلم بارگاہ الٰہی تک تجاوز کر جاتا ہے۔ یعنی کفر و شرک کا مرتکب ہو جاتا ہے۔[17]
جب ہم نے مداخل شیطان کو سمجھ لیا تو اب یہ بات جاننا فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ ان حملوں کے اثرات کیا ہوتے

ہیں اور کون کون سا حصہ متاثر ہوتا ہے، لہٰذا امام رازی لکھتے ہیں: "پھر ان سب کے نتائج ہیں، حرص اور بخل شہوت کا نتیجہ ہیں، عجب اور کبر غصے کا نتیجہ ہیں، کفر اور بدعت ہوس کا نتیجہ ہیں۔ جب یہ چھ بنی آدم میں جمع ہو جائیں تو ایک ساتویں صفت پیدا ہو جاتی ہے وہ ہے حسد۔ جو کہ مذموم اخلاق کی انتہا ہے۔ جیسا کہ شیطان مذموم شخصیات میں سب سے مذموم ہے۔ اس لئے اللہ تعالی نے انسانوں میں پائے جانے والے تمام شرور کو حسد پہ ختم کیا: وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ (5:113) جیسا کہ تمام شیطانی خباثتوں کا خاتمہ وسوسہ پر کیا: يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ○ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ (5،6:114) لہٰذا بنی آدم میں حاسد سے بڑھ کر کوئی شریر نہیں۔ جیسا کہ شیطانوں میں وسواس سے بڑھ کر کوئی شریر نہیں۔"[18]

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَيَشِبُّ مَعَهُ اثْنَانِ الْحِرْصُ وَالأَمَلُ"[19] یعنی: "ابن آدم جیسے جیسے بوڑھا ہوتا ہے اس کی حرص اور امید جوان ہوتی چلی جاتی ہے۔" یہ حدیث امام مسلم نے روایت کی، امام مسلم کے الفاظ یوں ہیں: يَهْرَمُ ابنُ آدَمَ وتَشِبُّ منه اثْنَتانِ:الحِرْصُ علَى المالِ، والْحِرْصُ علَى العُمُرِ حرص دین و دنیا کی ہولناکیوں کو لازم کرتا ہے جب انسان کی کسی چیز میں حرص بڑھتی ہے تو بعض اوقات اس کا حصول اللہ کی نافرمانی اور مخلوق کی ایذا کی بغیر ممکن نہیں ہوتا۔ اور جب امید بڑھ جاتی ہے تو آخرت کو بھول جاتا ہے۔ اور دنیا میں غرق ہو جاتا ہے۔ اور توبہ کی طرف نہیں بڑھتا نہ اس پر کوئی وعظ اثر کرتا ہے اور اُس کا دل پتھر کی طرح یا اُس بھی زیادہ سخت ہو جاتا ہے۔[20]

عمومی طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ مال کا ہونا شاید صرف بھلائی کا سبب ہے حالانکہ یہ امر واضح ہے کہ کثرت مال اور مال کی حرص مختلف اخلاقی بیماریوں کو جنم دیتی ہے۔ امام رازی اس نکتہ سے پردہ اُٹھاتے ہوئے رقمطراز ہیں: "کثرت مال اور قوت جاہ انسان کو ان کی حفاظت پر اکساتی ہے اور یہ حفاظت، غداری، مکر، جھوٹ، غیبت، چغلی اور جھوٹی قسموں جیسے رذیل اخلاق کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔"[21] امام رازی فرماتے ہیں جب شیطان نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ مخلوق خدا کو گمراہ کرے گا اور امیدیں دلائے گا۔ اس سے پتہ چلا کہ شیطان کے پاس لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے سوائے دلوں میں لمبی امیدیں ڈالنے کے اور کوئی چارہ کار نہیں، اور آرزوئیں انسان کے دل میں دو چیزیں پیدا کرتی ہیں، حرص اور طول امل، اور حرص و امل اکثر مذموم اخلاق کو جنم دیتی ہیں۔[22]

مداخل شیطان میں بظاہر ایک کمزور مگر در حقیقت تیر بہ ہدف ہتھیار وسوسہ ہے۔ وسوسہ کے شر سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ایک مکمل سورۃ عطا کی اور وسوسہ سے پناہ مانگنے کا حکم دیا دراصل وسوسہ کے پیچھے شیطانی تحریک شامل ہے شیطان کا اصل ہدف انسان کا دل ہے جہاں سے تمام احکام واعضاء کی نگرانی ہوتی ہے

امام رازی وسوسہ کی تحقیق میں رقم طراز ہیں کہ: ”دل ایک قبہ کی طرح ہے جس کے کئی دروازے ہیں ہر دروازے سے اس کی طرف احوال نصب کیے جاتے ہیں، یا ہدف کی طرح اس میں ہر جانب سے تیر پھینکے جاتے ہیں، یا اس شیشے کی طرح ہے جس کے پاس سے لوگ گذرتے ہیں، اور ایک کے بعد ایک صورت نظر آتی ہے، یا اس حوض کی طرح ہے جس میں کھلی نہروں سے مختلف پانی آتے ہیں، یاد رہے دل کے اندر ان آثار کے مداخل ہر لحظہ بدلتے رہتے ہیں، ظاہر سے ہوں جیسے حواس خمسہ، یا باطن سے جیسے خیالات، شہوت، غصہ اور انسانی مزاج سے ترکیب پانے والے اخلاق؛ پس جس حاسہ سے کسی چیز کو پاتا ہے تو اس کے دل میں نشان پڑتا ہے اسی طرح جب شہوت اور غصہ حملہ آور ہوتے ہیں تو دل پر اُن احوال کا اثر پڑتا ہے۔"[23]

10۔ بخل کی حقیقت و قباحت اور اخلاق انسانی پر اثرات

بخل اور حسد کی تعریف امام رازی نے یوں تحریر کی ہے: فَالْبُخْلُ هُوَ أَنْ لَا يَدْفَعَ لِأَحَدٍ شَيْئًا مِمَّا آتَاهُ اللَّه مِنَ النِّعْمَةِ، وَالْحَسَدُ هُوَ أَنْ يَتَمَنَّى أَنْ لَا يُعْطِيَ اللَّه غَيْرَهُ شَيْئًا مِنَ النِّعَمِ یعنی: " بخل اللہ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے کسی کو کچھ نہ دینا، اور حسد یہ ہے کہ کوئی یہ تمنا کرے کہ اس کے علاوہ اللہ کسی کو کوئی نعمت عطا نہ کرے۔" بخل اور حسد دونوں میں یہ بات مشترک ہے کہ حاسد اور بخیل دونوں کی تمنا ہوتی ہے کہ کسی دوسرے کے پاس نعمت نہ ہو۔ بخیل اپنی چیزوں کو دوسروں سے روک کر رکھتا ہے۔ جبکہ حاسد اللہ کی نعمتوں کو دوسروں کے پاس جانے سے روکتا ہے۔ بخل دراصل اخلاقِ رذیلہ کی بنیاد ہے جو بنی نوع انسان کے لئے سب سے زیادہ ضرر رساں ہے۔ امام رازی مزید لکھتے ہیں کہ: " نفس انسانی کو دو طرح کی قوت حاصل ہے، قوت عالمہ اور قوت عاملہ، قوت عالمہ کا کمال علم ہے اور اُس کا قصور جہل ہے، اور قوت عاملہ کا کمال اخلاق حمیدہ ہیں، اور اس کی کمزوری اخلاق ذمیمہ ہیں، اور اخلاق ذمیمہ میں شدید ترین بخل اور حسد ہیں، کیونکہ ان دونوں کا مقصد اللہ کے بندوں کو ضرر پہنچانا ہے۔" [24]

بخل کیوں انسانی اخلاق کو سب سے زیادہ متاثر کرتا ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ مال کی محبت انسان کو ہر طرف سے غافل کر دیتی ہے اب کیوں کہ اس کی زندگی کا اولین و آخرین مقصد مال ہی ہوتا ہے لہٰذا وہ مال و دولت اکٹھا کرنے کے لئے کسی بھی جرم سے باز نہیں رہتا۔ امام رازی لکھتے ہیں: ” جہل بخل اور حسد کا سبب ہے، اور بخل کیونکہ مال خرچ کرنا نفس کی طہارت اور آخرت کی سعادت کے حصول کا سبب ہے، اور مال روکنا دنیا کے مال کو اپنے ہاتھ میں رکھنے کا سبب بنتا ہے، پس بخل آپ کو دنیا کی طرف بلاتا ہے اور آخرت سے دور رکھتا ہے، اور سخاوت آخرت کی طرف بلاتی ہے اور دنیا سے دور رکھتی ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دینا محض جہالت کی بنیاد پر ہوتا ہے، اور حسد اس لئے کہ کیونکہ الوہیت نام ہے اپنے بندوں تک نعمتیں اور

احسانات پہچانے کا، جس کو یہ بات ناپسند ہو گویا وہ اللہ کو الوہیت سے معزول کرنا چاہتا ہے۔اور یہ محض جہالت ہے، پس ثابت ہوا کہ بخل اور حسد کا اصل سبب جہالت ہے۔"[25]

11۔ فلسفہ حلال وحرام اور اخلاقیات کا باہمی ربط

فلسفہ حلال و حرام کا اخلاقیات کے ساتھ کیسا تعلق ہے جب انسان اس امر سے آگاہ ہو جاتا ہے تو اخلاقی بنیادوں پر بآسانی اپنی شخصیت کو سنوار سکتا ہے کیونکہ ظاہری افعال میں ترک اور فعل معتبر ہیں، جن چیزوں کا ترک کرنا لازم ہے وہ محرمات ہیں، اور جن کا ادا کرنا لازم ہے وہ واجبات ہیں اور اخلاق میں یہ دونوں چیزیں واجب ہیں، پس جن کا حصول واجب ہے وہ اخلاق فاضلہ ہیں، اور جن کا ترک کرنا لازم ہے وہ اخلاق مذمومہ ہیں، اور افکار میں بھی دونوں معتبر ہیں، پس جن کو بجالانا واجب ہے وہ توحید، نبوت اور معاد کے دلائل میں تفکر ہے، اور جس کا ترک کرنا واجب ہے وہ شبہات سے پہلو تہی کرنا ہے، اور مقام تجلی میں بھی دونوں معتبر ہیں۔

اللہ کی ذات میں مستغرق ہونا لازم ہے اور غیر اللہ سے منہ موڑنا واجب ہے۔ اہل ریاضت فعل کو تحلیہ اور ترک کو تخلیہ کا نام دیتے ہیں۔اسے محو اور صحو، نفی اور اثبات اور فناء و بقاء کا نام بھی دیتے ہیں اور ہر مقام پر نفی اثبات پر مقدم ہے۔[26] آپ آیہ شریفہ وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ (125:9) کی تفسیر میں رقم طراز ہیں کہ: "یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ روح بھی بیمار ہوتی ہیں، اور اس کی بیماری کفر اور مذموم اخلاق ہیں اور اس کی صحت علم اور اخلاق فاضلہ ہیں۔"[27] لہٰذا تعلیم و تعلم کا اصل ہدف جب روح ہو گی تو اس کی اصلاح بھی ممکن ہو گی جو انسان کی تمام رذائل سے بچنے میں مدد کرتی ہے۔

12۔ ظلم اور افراط و تفریط کے انسانی اخلاق پر اثرات

اسلام اعتدال اور میانہ روی کا دین ہے رسول کریم ﷺ کی ساری زندگی اعتدال کا بہترین نمونہ ہے۔ کسی بھی کام کی زیادتی اور افراط دراصل انسانی مزاج اور فطرت کے خلاف ہوتی ہے لہٰذا انسان ان امور کو اختیار کرکے اکتا بھی جاتا ہے جو دیر سے ترک واجب کا سبب بنتے ہیں اور پھر یہیں سے اخلاقی تنزلی کے رستے ہموار ہوتے جاتے ہیں۔

امام رازی نے ایک مقام پر ظلم و تعدی کو تمام مذموم اخلاق پر محمول کیا ہے کیونکہ وہ تمام قبیح اور واہیات کاموں کی انتہا ہے۔[28] حکماء نے اخلاق کی کتب میں ذکر کیا ہے کہ: "ہر خلق کی دو طرفیں ہیں، افراط اور تفریط جو کہ دونوں مذموم ہیں، جبکہ اخلاق فاضلہ عدل اور میانہ روی پر مبنی ہوتے ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطاً (143:2)"[29] افراط و تفریط میں کیونکہ کچھ امور کمی کا شکار ہو جاتے ہیں اور کچھ زیادتی کا شکار، جو اخلاقی بگاڑ کے لئے کافی ہو جاتے ہیں۔ امام رازی نے اس سلسلے میں سیدنا حضرت علی علیہ السلام

کاایک خطبہ نقل کیاہے جو اخلاقی افراط و تفریط کے نقصانات کو سمجھنے کے لئے کافی ہیں:

" انسان کے اندر عجیب ترین چیز اس کا دل ہے۔ کیونکہ اس میں حکمت اور اس کی اضداد کا مواد ہوتا ہے۔ اگر اس میں رجا چھا جائے تو لالچ بڑھ جاتی ہے اور اگر طمع چھا جائے تو اسے حرص ہلاک کر دیتی ہے۔ اگر ناامیدی اسے ہلاک کر دے تو افسوس اسے قتل کر دیتا ہے۔ اگر غصہ آ جائے تو غیظ شدید ہو جاتا ہے اور اگر رضا سے سعادت پائے تو ناراضگی سے بدبخت ہو جاتا ہے۔ اگر خوف پہنچے تو حزن وملال اسے مشغول کر لیتے ہیں اور اگر مصیبت پہنچے تو جزع اسے قتل کر دیتی ہے۔ اگر مال حاصل ہو تو غنا اسے سرکش بنا دیتی ہے اور فاقہ کشی کا شکار ہو تو آزمائش میں پڑ جاتا ہے۔ اگر بھوک تھکا دے تو کمزوری اپاہج بنا دیتی ہے۔ پس ہر کمی کوتاہی بھی نقصان دہ ہے اور وفور وزیادتی بھی خرابی و فساد کا باعث ہے۔"[30]

لہٰذا جب انسان اعتدال کی راہ اختیار کرتا ہے اور افراط و تفریط کے شکار اعمال وافعال پر قابو پالیتا ہے تو اخلاقی بے راہ روی سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسی بنیاد پر بہترین فرد تیار ہوتا ہے جو معاشرے کی ترقی اور کامیابی کا سبب بنتا ہے۔

نتائج بحث

مذکورہ بالا گفتگو سے ہم حسب ذیل نتائج پر پہنچتے ہیں:

1. امام رازیؒ نے قرآنی مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی تفسیر میں اصلاحِ اخلاق اور تربیتِ افکار پر جگہ جگہ سیر حاصل بحث کی ہے۔
2. اس کے لئے فلسفیانہ اور صوفیانہ بنیادوں پر وہ رہنما اُصول بیان کیے ہیں جن کے اپنانے سے فی الواقع ایک نفع بخش فرد اور مثالی معاشرہ تیار کیا جا سکتا ہے۔
3. یہ بات سمجھنے میں بھی مدد ملتی ہے کہ قوموں کے زوال کا اصل سبب فکری واخلاقی تنزلی ہے اس کا علاج فقط تعلیمات قرآنیہ میں موجود ہے۔
4. یہ تمام امور سطحی معلومات سے ممکن نہیں بلکہ گہرائی اور گیرائی کے ساتھ قرآن حکیم کی تعلیمات جاننے کے بعد ہی ممکن ہے۔
5. ایک اچھے معاشرے کی تعمیر کے لئے قرآنی تعلیمات بہترین رہنما ہیں ان پر عمل پیرا ہو کر ہم عصر حاضر کے جملہ مسائل سے نمٹ سکتے ہیں۔
6. مناہی سے اجتناب اور احکام الٰہیہ پر عمل پیرا ہو کر انسان کئی روحانی اور جسمانی امراض سے نجات پا سکتا ہے۔

*****

References

1. Fakhr al-Din, Muhammad b. Umar, Al-Razi, *Mafatīh al-Ghaib*, Vol. 30 (Beruit: Dar Ihya Al-Turath Al-arabi, 1420 AH), 601.

فخر الدین، محمد بن عمر، الرازی، مفاتیح الغیب، ج30 (بیروت، داراحیاء التراث العربی،1420ھ)، 601۔

2. Ar-Razi, *Mafatīh al-Ghaib*, Vol. 1, 86.

الرازی، مفاتیح الغیب، ج1، 86۔

3. Ibid., Vol. 9, 419.

ایضاً، ج9، 419۔

4. Ibid.

ایضاً۔

5. Fakhr al-Din, Muhammad b. Umar, Al-Razi, *Al-Mabāhith Al-Mashraqiyah*, Vol.1 (Dakan Haiderabad: Majlis Daera tu Maarif, nd.), 514.

فخر الدین، محمد بن عمر، الرازی، المباحث المشرقیہ، ج1 (حیدرآباد دکن، مجلس دائرہ المعارف، ندارد)، 514۔

6. Al-Razi, *Mafatīh al-Ghaib*, Vol. 14, 144-145.

الرازی، مفاتیح الغیب، ج14، 144-145۔

7. Al-Razi, *Al-Mabāhith Al-Mashraqiyah*, Vol. 1, 514.

الرازی، المباحث المشرقیہ، ج1، 514۔

8 . Al-Razi, *Mafateeh–ul–Ghaib*, Vol. 1, 227.

الرازی، مفاتیح الغیب، ج1، 227۔

9.Ibid.

ایضاً،

10.Ibid, Vol. 4, 123.

ایضاً، ج4، 123۔

11. Ibid, Vol.19, 114.

ایضاً، ج19، 114۔

12. Ibid, Vol.17, 268.

ایضاً، ج17، 268۔

13. Noor al-Din, Ali b. Abi Bakr, Haitami, *Majma' Al-Zawai'd,* Vol. 10 (Alqahira: Maktabah alqudsi, 12994), 234; Ar-Razi, *Mafateeh–ul–Ghaib*, Vol. 17, 268.

نورالدین، علی بن ابی بکر، ہیثمی، *مجمع الزوائد*، ج10 (القاہرہ، مکتبہ القدسی، 1994ء)، 234؛ حدیث کی صحت پر محدثین کا حکم مختلف فیہ ہے۔ کیونکہ یہ روایت صرف محمد بن مسلمہ سے مروی ہے اور سند میں غیر معروف راوی بھی ہیں۔ الرازی، *مفاتیح الغیب*، ج17، 268۔

14. Ar-Razi, *Mafatīh al-Ghaib*, 268.

الرازی، *مفاتیح الغیب*، 268۔

15. Ibid., Vol. 21, 376.

ایضاً، ج21، 376۔

16. Ibid., 390.

ایضاً، 390۔

17. Ibid, Vol. 1, 226.

ایضاً، ج1، 226۔

18. Ibid.

ایضاً۔

19. Muslim b. al-Hajjaj Nishapuri, *Sahih Muslim* (Cairo: Dar Ehya Alkutub Al-Arabiah, 1955), Hadith #1047.

مسلم بن الحجاج، نیشاپوری، *صحیح مسلم*، (قاہرہ، دار احیاء الکتب العربیۃ، 1955)، حدیث نمبر 1047۔

20. Ar-Razi, *Mafatīh al-Ghaib*, 226.

الرازی، *مفاتیح الغیب*، 226۔

21. Ibid, Vol. 13, 135.

ایضاً، ج13، 135۔

22. Ibid, Vol. 1, 226.

ایضاً، ج1، 226۔

23 .Ibid, 86.

ایضاً، 86۔

24. Ibid, Vol. 10, 102.

ایضاً، ج10، 102۔

25. Ibid,

ایضاً۔

26. Ibid, Vol. 11, 349.

ایضاً،ج11،349۔

27.Ibid, Vol. 16, 175.

ایضاً،ج16،175۔

28.Ibid, Vol. 30, 604.

ایضاً،ج30،604۔

29. Ibid, Vol. 20, 329.

ایضاً،ج20،329۔

30.Ibid, Vol. 5, 411.

ایضاً،ج5،411۔